© rasailojaraid.com

ڈاکٹر قبلہ ایاز

استعماری ہندوستان میں یاغستانی جہاد تاریخی تناظر میں

(۱۸۳۱ء تا ۱۹۴۷ء)

ماضی قریب کی تاریخ میں برصغیر ہندوستان کے افغانستان کے ساتھ ملحقہ مغربی خطہ (یاغستان) کے باشندوں کو اسلام کے ساتھ جذباتی لگاؤ اور حریت پسندی کی خصوصیات کی وجہ سے امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی زوال اور فرنگی استعمار کے تسلط کے زمانے میں برصغیر کی دیگر اقوام مسلمانوں کے تحفظ اور استخلاص وطن کے سلسلے میں ان سے ایک اہم کردار ادا کرنے کی توقع رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ۱۸ ویں صدی کے ہندوستان کے نامور ماہر عمرانیات اور سیاسی مفکر شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۳ء) کے فرزند شاہ عبد العزیز دہلوی (۱۷۴۵ء تا ۱۸۲۳ء) کے بارے میں یہ متفقہ روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواب میں ان کو پشتو زبان سیکھنے کی طرف اشارتاً متوجہ فرمایا تھا۔ اس کی مصلحت یہی بیان کی جاتی ہے کہ اس دور میں پشتو بولنے یا سمجھنے والی اقوام سے ہندوستان کی آزادی اور وہاں کے مسلمانوں کے لئے ایک باعزت مقام کے حصول کے سلسلے میں بھرپور جد و جہد کی توقعات وابستہ تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں ہندوستان کی مسلمان اقوام میں سے ان لوگوں میں زیادہ بہتر حربی صلاحیت موجود تھی اور وہ مردانگی اور شجاعت کی صفات سے متصف تھے۔ واضح رہے کہ شاہ عبد العزیز ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کے تسلط پر سب سے پہلے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اس فتویٰ کو ۱۹ ویں صدی کے دوران ہندوستانی تاریخ میں فرنگی اقتدار کے خلاف چلائی جانے والی انقلابی اور مزاحمتی تحریکوں کے لئے خشت اول کی حیثیت حاصل ہے۔ شاہ عبد العزیز کی انقلابی تعلیمات کے زیر اثر عملی طور پر جہادی فعالیت کا پہلا مظاہرہ ان کے افکار کے حاملین سید اسماعیل شہید اور سید احمد شہید بریلوی کی امارت تلے ہندوستان کے اس خطے کے صدر مقام پشاور میں ہوا جہاں انہوں نے مشرقی پنجاب اور ملحقہ علاقوں کے مسلمانوں کو سکھوں کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کے لئے ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے چل کر اور پرصعوبت راستوں پر سفر کرکے ۱۹ ویں صدی کی تیسری دھائی کے نصف آخر کے دوران قربانیوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی اور سکھوں کی زبردست مزاحمت کرکے اس علاقے میں اپنی باقاعدہ آزاد اسلامی حکومت قائم کی۔ یہ جماعت خطے کے باشندوں کو آزادی کا بنیادی پیدائشی حق دلانے کی جد و جہد کے دوران ہزارہ کے علاقے میں ۱۸۳۱ میں سکھ فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر اپنی اجتماعی قوت کھو بیٹھی اور سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل نے اپنے بیشمار ساتھیوں سمیت بالاکوٹ کے میدان میں اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کردیں۔ جہاد بالاکوٹ کی بظاہر ناکامی کے بعد مجاہدین کی ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر عزم جماعت نے مولوی نصیر الدین دہلوی مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی کی قیادت میں شمال مغربی سنگلاخ پہاڑی علاقوں میں سکھوں اور انگریزوں کے خلاف ایک طویل اور صبر آزما عسکری جد و جہد جاری رکھی اور بالآخر اس گروہ کے بقیہ مجاہدین نے ۲۰ ویں صدی کے اوائل میں افغانستان کی سرحدات کے ساتھ متصل بونیر اور باجوڑ کے یا غستانی علاقوں میں سمست اور چمرکنڈ کے مقامات پر اپنے مراکز قائم کرلئے اور استخلاص وطن کے لئے برطانوی سامراج کے خلاف مسلح مزاحمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان پاکستانی مجاہدین کی فہرست میں مولانا عبد الکریم (متوفی ۱۱ فروری ۱۹۱۵ء) مولانا عبد الکریم چمر کنڈی (متوفی ۱۹۲۱ء) مولانا محمد بشیر (اصلی نام عبد الرحیم ' متوفی رمضان المبارک ۱۹۳۴ء) اور مولوی فضل الٰہی وزیر آبادی (متوفی ۵ مئی ۱۹۵۱ء) کے نام خاص طور پر تاریخ کے سینے پر نقش ہیں ان مجاہدین کی عسکری سرگرمیاں محض بونیر اور باجوڑ کے پاکستانی علاقوں تک محدود نہیں تھیں بلکہ ان کے ساتھی ایک مربوط سلسلے کے تحت تھاکوٹ والائی (ہزارہ) تیواہ (خیبر) اور کین اور وانہ (وزیرستان) کے علاقوں میں بھی انگریزی حکومت کے بر خلاف کاروائیوں میں مصروف تھے ان مجاہدین میں عبد الحکیم (بنگالی) احمد آفندی ۔ خود بے اور محمد عابد عباس عابدین (ترک) اور مولوی محمد حسن بی اے کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ پاکستانی مسلح مزاحمت کے ان مراکز کا انتظام و انصرام ہندوستان کے دیگر علاقوں سے یہاں آئے ہوئے مجاہدین کے ہاتھ میں تھا جن کے ساتھ علاقے کے قبائلی باشندے معاونین کی حیثیت سے شامل تھے لیکن اس دوران کچھ ایسے مقامی (INDIGENOUS) افراد بھی سامنے آئے جن کی اس خطے میں مزاحمتی فعالیت نے فرنگیوں کا سکون چھین لیا ان میں مولانا عبد الغفور (سوات) بابا جی متوفی ۲۲ جنوری ۱۸۷۷ء مولوی نجم الدین (ہڈہ ملا صاحب متوفی ۲۲ رمضان ۱۹۰۲ء) ملامستان (سرتور فقیر دیوانہ ملا ۔ متوفی ۱۹۱۷ء) مولوی امیر محمد (چکنور ملا جہادی عملیات ! ۱۸۹۴ ء ۔ ۱۹۳۱ء) مولوی محی الدین (ملا پاوند جہادی عملیات ! ۱۸۹۲ ء ۔ ۱۹۱۳ ء مولوی احمد جان (سنڈاکئی ملا صاحب جہادی عملیات ۱۹۰۲ء ۔ ۱۹۲۷ء) مولوی سید امیر جان (بابڑے ملا صاحب متوفی ۲۸ رمضان ۱۹۲۱ء) مولوی سید اکبر (آفریدی ملا جہادی فعالیت ۔ ۱۸۹۲ء) حاجی فضل واحد (ترنگزئی حاجی صاحب ' متوفی ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء) مولوی حافظ احمد خان کاگ پاڈ ملا متوفی ۱۹۲۷ء سید محمد جلال (سرتور فقیر ر فقیر صاحب النو ر علینگار ' مزاحمتی عملیات : ۱۹۲۵ء (۱۹۳۵ء) اور ملتان آفریدی (مزاحمتی عملیات : ۱۹۰۵ ء ۔ ۱۹۰۸ء) بطور خاص شامل ہیں ان یا غستانی مجاہدین کی سرگرمیوں کو ہندوستان کے دیگر قومی سیاسی رہنماؤں مثلا مولانا ابوالکلام آزاد ' مولانا ظفر علی خان ' مولانا شوکت علی ' مولانا عبد الباری فرنگی محلی ' حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی مکمل حمایت حاصل تھی یہ قومی زعما خفیہ طریقے سے یا غستانی کاروائیوں کے لئے رقوم اور سامان حرب و ضرب کی مہم رسانی کا انتظام کرتے یہ بات تاہم بہت کم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کو معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس بھی ان مجاہدین کے معاونین میں شامل تھے ۔

استعماری دور کے ہندوستان کی ایک اور اہم شخصیت مولانا محمود حسن (۱۹۲۰ء - ۱۸۵۱ء) کا کردار بھی یاغستانی جہاد کے حوالے سے ناقابل فراموش ہے مولانا محمود حسن نے ۱۸۷۳ء میں درا العلوم دیوبند سے فراغت کی سند حاصل کی آپ دار العلوم کے اولین فارغ التحصیل گردانے جاتے ہیں ۔ ۱۸۷۴ء کے دوران آپ نے دار العلوم میں بطور مدرس ذمہ داریاں سنبھالیں اور آزادی کی جد و جہد میں اپنی بھرپور فعالیت شروع کی ۔ آپ اپنے دور میں شاہ عبد العزیز دہلوی مرحوم کے انقلاب اور استعمار دشمن فکر کے حامل تھے اس فکر کی تعلیم آپ نے اپنے اساتذہ بالخصوص مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۸۷۹ء) مولانا محمد یعقوب (متوفی ۱۸۷۴ء) اور مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۹۰۵ء) سے حاصل کی تھی یہ حضرات مولانا مملوک علی (متوفی ۱۸۵۰ء) کے شاگرد تھے جس کا فکری سلسلہ براہ راست شاہ عبد العزیز کے ہم عصر اور تربیت یافتہ مولانا رشید الدین دہلوی کے ساتھ ملتاتھا ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی ان اہل علم کے گروہ میں شامل تھے جنہوں نے مولانا امداد اللہ مہاجر مکی (متوفی ۱۸۹۹ء) اور کچھ دیگر علماء کے ساتھ مل کر فرنگی تغلب کے خلاف قومی حریت کی ۱۸۵۷ء کی عظیم مقاومت کے دوران ضلع مظفرنگر کے شاہی نامی مقام پر اپنی آزاد حکومت قائم کی تھی ۔ انہیں حریت پسند علماء کی جماعت نے ۱۸۶۷ء میں سہارنپور کے قصبہ دیوبند میں دار العلوم کی بنیاد رکھی تھی ۔ اس دار العلوم کے مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ ایسے رجال کار تیار کئے جائیں جو مسلمانوں کے علمی ورثے کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ہندوستان سے برطانوی سامراج کے انخلاء کی جد و جہد میں شامل ہوں ۔

مولانا محمود حسن نے دار العلوم کے طلبہ ' فضلاء اور متعلقین کو ثمرۃ التربیہ (۱۸۷۸ء) جمعیہ الانصار (۹ن۱۹۰ء) اور نظارۃ المعارف القرآنیہ (۱۹۱۳ء) جیسی تنظیموں میں منسلک کرکے ان کا ایک نظم قائم کرنے کی کوشش کی یہ تنظیمیں بظاہر غیر سیاسی اور محض تعلیمی دکھائی دیتی تھیں لیکن در اصل ان کے دور رس سیاسی اور انقلابی اہداف موجود تھے ۔ دیوبند میں ہندوستان کے ہر علاقے کے باشندے ول علم کی خاطر داخل ہوتے تھے اور ان میں افغانستان اور یاغستان کے طلبہ کی ایک کثیر تعداد بھی تھی مولانا محمود حسن کا یاغستانی مجاہدین بالخصوص ہڈے ملا صاحب ۔ سنڈاکئی ملا صاحب اور ئی حاجی صاحب کے ساتھ گہرا رابطہ تھا ۔ اس کے علاوہ آپ نے ۱۵ - ۱۹۱۴ء کے دوران اپنے کئی عتماد ساتھیوں جن میں مولانا سیف الرحمن ' مولانا فضل دین اور مولانا فضل محمد بطور خاص قابل ہیں کو سمست اور چمرکنڈ کے یاغستانی مجاہدین کی کاروائیوں میں عملی شرکت کے لئے بھیجا تھا ۔ آپ ہی کی ہدایت پر مولانا صادق سندھی نے بلوچستان جاکر لسبیلہ کے مقام پر قبائل کی بغاوت بھڑکائی تھی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بغاوت کے نتیجے میں جنگ عظیم اول کے دوران کوت العمارہ (عراق) کے محاذ پر اپریل ۱۹۱۶ء میں جنرل ٹاؤن سینڈ (TOWNSEND) کو عثمانی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے کیونکہ کراچی سے برطانوی فوجی کمک کا رخ عراق کے بجائے بلوچستان کی طرف موڑنا پڑا جس کی وجہ سے جنرل بے یار و مددگار رہا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران یہ ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ یاغستانی تحریک مقاومت پورے جوش و جذبے کے ساتھ جاری رہی۔ لیکن اس دور میں برطانیہ جیسی بڑی طاقت کے خلاف کافی رسد، جدید جنگی ساز و سامان اور مناسب بیرونی فوجی و مالی تعاون کے بغیر بھرپور مزاحمت کا جاری رکھنا آسان کام نہ تھا۔ مولانا محمود حسن کو صورت حال کی سنگینی کا بخوبی احساس تھا۔ اس دوران ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول بھی چھڑ گئی تھی اور مولانا اور آپ کے ہم فکر ساتھیوں کو یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ اس جنگ کے نتیجے میں بالآخر برطانوی سلطنت کی نوآبادیاتی گرفت کمزور پڑ جائے گی اور ہندوستان کی آزادی کی راہیں کھل جائیں گی چنانچہ یاغستانی حریت پسندوں کی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے آپ نے اپنے ایک قریب ترین ساتھی مولانا عبید اللہ سندھی (۱۸۷۲ء تا ۱۹۴۴ء) کو ۱۹۱۵ء میں پاکستانی جہاد کے لئے افغانستان کی حکومت کے تعاون کے حصول کی خاطر کابل بھیجا جبکہ آپ خود اس سال کے اواخر میں حجاز تشریف لے گئے تاکہ عثمانی خلافت کے عمال کو بھی ہندوستان کی صورت حال سے آگاہ کرکے ان سے بدیس استعمار کے خلاف آزادی ہند کی جد و جہد میں مدد حاصل کرلی جائے۔ حجاز پہنچنے پر آپ نے وہاں کے عثمانی گورنر غالب پاشا، عثمانی وزیر جنگ انور پاشا اور فلسطینی محاذ جنگ کے کمانڈر جمال پاشا کے ساتھ تفصیلی ملاقاتیں کیں اور ان کو ہندوستان کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے آپ کو عثمانی خلافت کی طرف سے فرنگی حکومت کے خلاف ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ غالب پاشا نے تو اس سلسلے میں آپ کو حوصلہ افزا کلمات پر مشتمل ایک خصوصی تحریر بھی دی جو غالب نامہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ مولانا محمود حسن کی ہدایت پر ان کے ایک خصوصی معاون مولانا منصور انصاری (اصل نام: محمد میاں) نے خفیہ طریقے سے اس خط کی نقول یاغستانی مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کا مربوط انتظام کیا جس سے ان مجاہدین کے حوصلے انتہائی بلند ہوئے اور انہوں نے حصول حریت کے لئے اپنی کوشش تیز تر کردیں۔ عثمانی حمایت کے اثرات یاغستان علاقوں کے علاوہ میدانی علاقوں پر بھی پڑے اور وزیرستان کے قریب واقع موجودہ ضلع لکی مروت (بنوں ڈویژن) میں سید احمد (بیوے فقیر وفات ۱۹۲۶ء سے قبل پشاور جیل میں) اور محمد اکرم خان (متوفی ۱۹۳۴ء) کی قیادت میں تقریباً ڈیڑھ سو مسلح افراد کی جماعت نے مارچ ۱۹۱۶ء میں لوگوں کو برطانوی حکومت کے خلاف عثمانی فوج کی آمد پر مسلح جنگ شروع کرنے کی اپیل کی اس جتھے کے سرکردہ افراد کو ۲۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو گرفتار کرلیا گیا اور اس وقت کے ڈپٹی کمشنر بنوں فتز پیٹرک (FITZ PATRICK) نے ایک ہفتے کی سرسری سماعت کے بعد ۱۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپریل ۱۹۱۶ء کو محمد اکرم خان کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد بحق سرکار ضبط کرنے کا حکم دیا اور اسے جزائر انڈمان (کالاپانی) بھیجا جبکہ سید احمد (بیرے فقیر) کو پشاور جیل میں قید کرلیا گیا محمد اکرم خان کو ۱۹۲۶ء میں کالاپانی سے رہائی ملی - ادھر کابل میں مولانا عبید اللہ سندھی کو انتہائی پیچیدہ صورت حال کا سامنا تھا - کابل کے امیر حبیب اللہ خان (۱۹۰۱ء - ۱۹۱۹ء) ہندوستان کے آزادی خواہوں کی خاطر فرنگی کو ناراض کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے وہ اس جد و جہد کے معاملے میں زیادہ گرمجوشی کا اظہار کرنے سے پہلو تہی کی پالیسی پر گامزن تھے - لیکن مولانا سندھی دسمبر ۱۹۱۵ء میں کابل میں موجود بعض دوسرے ہندوستانی انقلابیوں کے ساتھ مل کر ہندوستان کی ایک قومی مؤقت حکومت کی تشکیل کرنے میں کامیاب ہوگئے جس کی صدارت کا منصب راجہ پرتاب اور وزارت عظمی کا منصب مولانا برکت اللہ بھوپالی کے سپرد کردیا گیا جبکہ مولانا سندھی اس کے وزیر داخلہ بنے - اس قسم کی حکومت کی تشکیل ایک بین الاقوامی قانونی ضرورت تھی تاکہ دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ باضابطہ طور پر ہندوستان کی آزادی کی جد و جہد کے حوالے سے مذاکرات اور معاہدے کئے جاسکیں - چنانچہ اس مقصد کے لئے قومی حکومت موقتہ کی طرف سے مارچ اور اپریل ۱۹۱۶ء کے دوران روس ' جاپان اور استنبول کو سفارتی مشن بھیجے گئے مولانا سندھی نے کابل میں جنود اللہ کے نام سے ایک نیم فوجی تنظیم کا ابتدائی خاکہ بھی ترتیب دیا جس کے لئے مولانا محمود حسن کا نام سالار اعلی کے طور پر تجویز کیا گیا - ان سیاسی کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ بین الاقوامی فوجی اور سیاسی تعاون کے ذریعے ہندوستان سے نو آبادیاتی نظام کے الغاء کی جد و جہد میں یاغستانی مجاہدین کو تقویت کا سامنا فراہم کیا جائے -

مولانا سندھی نے کابل میں اپنی سرگرمیوں کے بارے میں مولانا محمود حسن کو آگاہ کرنے کی خاطر ان کی تفصیلات ایک ریشمی رومال پر کندہ کیں اور اپنے ایک ساتھی شیخ عبد الحق کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ خفیہ طور پر یہ دستاویز حیدر آباد (سندھ) میں شیخ عبد الرحیم کے حوالے کردیں تاکہ وہ اس کو حجاز میں مولانا محمود حسن کو پہنچادیں - ریشمی رومال کے ساتھ مولانا محمود حسن کے نام ایک خط مولانا منصور انصاری (محمد میاں) کی طرف سے بھی تھا اس غیر معمولی دستاویزات پر ۸ ' ۹ رمضان ۱۳۳۴ھ ر ۸ ' ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کی تاریخیں درج تھیں شیخ عبد الحق نے حیدر آباد جانے کے لئے ۱۵ ر اگست ۱۹۱۶ء کو ملتان میں رب نواز نامی ایک شخص کے ہاں رات کو قیام کیا - جس کے ساتھ شیخ عبد الحق کی سابقہ شناسائی تھی - رب نواز کو کسی نہ کسی طرح ان خفیہ تحریرات کا علم ہوا جو اس نے شیخ عبد الحق سے حاصل کرکے پنجاب کے برطانوی لفٹیننٹ جنرل سر مائیکل اوڈائر (SIR MICHSWLO' DWVER) کے حوالے کردیں - اس طرح آزادی ہند کی ایک عظیم جد و جہد اپنا مطلوبہ ہدف حاصل کرنے سے پہلے طشت ازبام ہوکر ناکام ہوگئی - برطانوی حکومت کے دباؤ کے تحت مولانا سندھیؒ کو کابل میں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا محمود حسن کو ان کے ساتھیوں مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا عزیز گل ، مولانا وحید احمد اور مولانا حکیم نصرت حسین سمیت حجاز میں گرفتار کرلیا گیا ۔ حجاز میں اس وقت شریف مکہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی جس نے عثمانی عمال کو وہاں سے بے دخل کردیا تھا مولانا محمود الحسن اور ان کے ساتھیوں پر مصر میں مقدمہ چلا جس کے مطابق ان کو فروری ۱۹۱۷ء میں جزیرہ مالٹا میں قید کرلیا گیا ۔ حالات کی یہ کروٹ یاغستانی جد و جہد حریت کے لئے ایک سخت دھچکے سے کم نہ تھی لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود مجاہدین نے اپنے مزاحمتی سرگرمیاں منقطع نہیں کیں ۔

مولانا محمود الحسن اپنے ساتھیوں سمیت رہائی پاکر ۸ ر جون ۱۹۲۰ء کو ہندوستان پہنچے ۔ فروری ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد مولانا سندھی کو بھی رہائی ملی ۔ لیکن انہوں نے ہندوستان واپس آنے کی بجائے نومبر ۱۹۲۲ء میں کابل چھوڑ کر روس ۔ ترکی اور حجاز کی راہ لی اور مجموعی طور پر ۲۴سال کی غریب الوطنی کے بعد مارچ ۱۹۳۹ء میں واپس وطن لوٹے ۔ مولانا محمود حسن کی ہندوستان واپسی کے وقت ملکی اور بین الاقوامی حالات میں زبردست تبدیلیاں آئی تھیں ۔ برطانیہ جنگ عظیم اول میں جو نومبر ۱۹۱۸ء میں بند ہوگئی تھی فاتح فریق کی حیثیت سے سامنے آیا تھا اور اب وہ اور اس کے اتحادی جنگ میں اپنے مسلمان حریف عثمانی خلافت کو ختم کرنے کے منصوبوں پر عمل در آمد کے لئے مستعد تھے عثمانی خلافت کو اپنی بقا کا چیلنج در پیش تھا اس صورت حال کی وجہ سے ہندوستانی مسلمان شدید اضطراری کیفیت کا شکار تھے چنانچہ انہوں نے خلافت کے تحفظ کے لئے تحریک خلافت شروع کی جس میں بلا لحاظ مذہب دوسرے ابنائے وطن نے بھی مسلمانوں کی بھرپور حمایت کی ۔ ہندوستان میں فرنگی حکومت کے خلاف کسی بھی ممکنہ تحریک کا قلع قمع کرنے کے لئے مارچ ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ کو قانونی شکل دے دی گئی تھی جس کے تحت ہندوستانیوں سے تمام بنیادی شہری حقوق چھین لئے گئے تھے اپریل ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا خونین واقعہ پیش آیا جہاں ظالمانہ فرنگی قوانین کے خلاف پر امن احتجاجی جلسے کے شرکاء کو جنرل ڈائر کے حکم سے بے تحاشا فائرنگ کا نشانہ بنایا گیا ۔

اس گھمبیر قومی اور بین الاقوامی صورت حال کی وجہ سے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف ترک موالات اور عدم تعاون کی تحریکوں نے جنم لیا جو کہ حقیقی معنوں میں بھرپور کل ہند عوامی تحریکیں تھیں انہیں حالات کے دوران نومبر ۱۹۱۹ء میں جمعیت العلماء ہند تشکیل دے دی گئی یہ مولانا محمود حسن کے فکر کے خوشہ چین علماء پر مشتمل جماعت تھی ۔ مولانا محمود حسن اور آپ کے ساتھیوں نے اس نئی صورت حال کے پیش نظر آزادی ہند کے لئے مسلح تحریکات کی راہ ترک کر کے پر امن عوامی جد و جہد کا طریقہ اپنایا اور تحریک خلافت ، جمعیتہ العلماء ہند اور انڈین نیشنل کانگرس کے پلیٹ فارم سے ترک موالات اور عدم تعاون کی تحریکوں میں بھرپور طریقے سے فعال ہوئے یہ جمہوری طرز کی تحریکیں تھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کے دئے ہوئے خطابات کی واپسی اور ان سے ہر قسم کے تعلقات کے انقطاع کے ذریعے عدم تشدد کے اصولوں کی اساس پر آزادی کا ہدف حاصل کرنا تھا اس ھنگامہ خیز دور میں مولانا محمود حسن کے کردار کی وجہ سے ان کو شیخ الہند کا لقب دے دیا گیا جو بعد میں ان کے اصل نام کا جزو لاینفک بن گیا ۔

بیسویں صدی کی دوسری دھائی کے دوران ہندوستان میں عوامی سیاسی بیداری در اصل ۱۹ ویں صدی کی تیسری دھائی سے جاری یاغستانی جہاد کا نتیجہ تھا جس سے متاثر ہو کر ملک کے طول و عرض میں لوگوں نے برطانوی استعمار سے جمہوری اور آئینی طریقے سے نجات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کیں ۔

ریشمی رومال سازش کے ناکام ہونے کے باوجود یاغستانی علاقوں میں آزادی ھند کی خاطر گوریلا سرگرمیاں جاری رہیں اور فرنگی حکومت کے لئے مسلسل سردرد کا سامان پیدا کرتی رہیں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مارچ ۱۹۲۳ء کے دوران صرف وزیرستان کے محاذ پر جنگ کے لئے انگریزوں نے اصل اخراجات کی مد میں ۱۱ کروڑ روپے کے مزید اخراجات اور ۱۱ ہزار مزید سپاہیوں کی منظوری دی ۔ ۱۹۲۵ء ۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوستانی نوآبادیاتی فوجوں کے جنگی اخراجات کا تخمینہ ۵۷ کروڑ روپے لگایا گیا تھا ۔ مارچ ۹۲۵ء میں کوہ شوال پر رزمک کی طرح ایک چھاونی بنانے کی خاطر وہاں کے قبائل پر شدید گولہ باری کی گئی ۔ یاغستان کے دوسرے علاقوں کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں تھی ۔

جنگ عظیم اول میں فتح یابی کے بعد برطانیہ نے افغانستان کے ساتھ ملحقہ سرحدی علاقوں کو مکمل طور پر زیر تسلط لانے اور یاغستانی مزاحمت کو شدت کے ساتھ کچلنے کی پالیسی اپنا لی جس میں اس کو بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی اس مقصد کے لئے ترغیب و ترہیب کا ہر قابل تصور حربہ آزمایا گیا ۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء کے اواخر میں جب دوسری عالمی جنگ چھڑگئی تو برطانیہ کے خلاف ان علاقوں میں مزاحمتی جد و جہد خاصی کمزور ہوچکی تھی تاہم انہی دنوں میں وزیرستان کے علاقے میں مولوی حاجی میرزا علی خان (فقیر ایپی ' ۱۸۹۷ء تا ۱۹۶۰ء) نے انگریزوں کے خلاف ایک طویل اور صبر آزما جد و جہد کی ابتداء کی اور برطانوی استعمار کی مزاحمت کا ایک نیا باب کھولا ۔ آپ نے ۱۹۳۱ء ۔ ۱۹۳۷ء کے دوران بلند و بالا وزیرستانی پہاڑوں کے ناقابل تسخیر غاروں میں اپنے مراکز قائم کرکے انگریزوں کے خلاف جار حانہ کاروائیاں شروع کی تھیں جو برصغیر سے فرنگی کے نکلنے تک جاری رہیں آپ کی عسکری جد و جہد در اصل اس یاغستانی تحریک کا تسلسل تھا جو ۱۹ ویں صدی کی تیسری دھائی کے دوران سرحدی علاقوں میں شروع کی گئی تھی آپ کی گوریلا سرگرمیوں کا تسلسل بین الاقوامی طور پر حوصلہ شکن حالات کے باوجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منقطع نہیں ہوا یہ وہ دور تھا جب برطانیہ کے خلاف یا غستانی مزاحمت کی دیگر عسکری تحریکوں کا سابقہ دم خم باقی نہیں رہا تھا علاوہ ازیں جنگ عظیم دوم میں برطانیہ کی حریف طاقتیں (جرمن اور اٹلی) بھی فرنگی مخالف مزاحمتی احزاب کی مناسب مدد کرنے میں نا کام ہوگئی تھیں لیکن اس ناموافق عالمی صورت حال کے باجود فقیر ا یپی نے برطانوی استعمار کے خلاف بھرپور مزاحمت کی۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقیر ا یپی کے صرف ابتدائی حملوں میں تو سو کے لگ بھگ نو آبادیاتی فوجی افسر اور سپاہی قتل کردیئے گئے۔ انگریزوں نے فقیر صاحب کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور ایک موقع پر تقریبا چار ہزار انگریز اور گورکھا سپاہیوں نے آپ کی کمین گاہوں پر اس دور کے جدید ترین جنگی سازو سامان کی مدد سے حملہ کیا لیکن وہ آپ کو گرفتار کرنے میں نا کام رہے۔ فقیر صاحب کی محض ابتدائی عسکری سرگرمیوں کے مقابلہ کرنے کے لئے انگریزی حکومت کے مصارف جنگ بارہ لاکھ پاونڈ تک پہنچ چکے تھے جو آج کل کے حساب سے تقریبا پچاس کروڑ روپے بنتے ہیں۔ ۱۹۳۸ء۔ ۱۹۳۹ء کے لئے فرنگی حکومت نے صرف وزیرستان کی جنگ کے لئے ایک کروڑ چھیتر لاکھ روپے کا بجٹ منظور کیا تھا۔ فقیر ا یپی کے علاوہ وزیرستان کے محسود قبیلہ کے جنوبی علاقے میں ملا پاوندہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے شہزادہ فضل الدین (متوفی ۱۹۲۶ء) بھی انگریزوں کے خلاف گوریلا سرگرمیوں میں مصروف تھے اور انگریزوں کو ان کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا تھا انگریزوں نے شہزادہ صاحب کی پہاڑی رہائش گاہ لنگہ پر شدید بمباریاں کیں۔ ان حضرات کے علاوہ وزیرستان کے بھٹنی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے مولانا دین محمد (دین فقیر۔ متوفی ۱۲ ر دسمبر ۱۹۵۹ء) کا نام بھی یا غستانی مزاحمتی قائدین کی فہرست میں خاصا اہم ہے انگریزوں نے ۱۹۳۸ء۔ ۱۹۴۰ء کے دوران دین فقیر کی جہادی فعالیت کے علاقوں مرمند، سورغر ر گبر، خیسرائی، بنگ اور پیر تنگی پر مسلسل بمباریاں کیں۔

یا غستانی علاقوں میں یہ تحریکیں ہماری تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اور اس خطے کی معاصر سیاست اور علاقے کے باشندوں کے اذہان پر ان کے دیرپا اثرات سے انکار ممکن نہیں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر یہ پہاڑی مزاحمتی تحریکیں نہ چلتیں تو شاید انگریز ۱۹۴۷ء کے بعد بھی برصغیر سے دستبردار ہونا پسند نہ کرتا۔ ھندوستان کے میدانی علاقوں میں حصول حریت کے لئے جس جمہوری اور آئینی جد و جہد کی داغ بیل ڈالی گئی اس پر بھی یا غستانی مزاحمتی جد و جہد کے اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ انگریزی اقتدار کے خلاف پر امن مقاومت میں ھندوستان کے عوام کی بھرپور شرکت کے سلسلے میں یا غستانی جہاد کا کردار خاصا اہم رہا کیونکہ ان پہاڑی علاقوں میں لوگوں نے اس وقت فرنگی اقتدار کو چیلنج کیا جب دیگر علاقوں میں ان کی اجتماعی مخالفت کا تصور بھی محال تھا۔

© rasailojaraid.com